بزرگ افراد کے ساتھ مروجّہ معاشرتی رویے

سیرت طیبہ کے تناظر میں تحقیقی جائزہ

ڈاکٹر فرہاد اللہ*

منیر خان**

ABSTRACT

Mankind is scattered across the surface of the earth in the forms of different religious creeds, tribal affiliations, race, colour and nationalities. Yet they share some traits that are similar and universal to all human societies. These traits include love for children and respect for the elders. However, changing times have eroded some of these positive traits. The condition of senior citizens is not enviable in the West and those following in their footsteps. Children are not fulfilling their natural duty to their old parents, and quite often the elderly are forcefully kicked out of their own houses and accommodated in designated places for the old, run by the state welfare organizations.

Gradual changes are being reported among Muslim societies. In this respect it is important that Islamic teachings as regards the rights of senior citizens and their merited respect be explained. In today's world many institutions, with fancy names, catering for the needs of the elderly have sprung up; i.e. day-care

* اسسٹنٹ پروفیسر (اسلامک سٹڈیز)، کوارڈینیٹر ہنگو کیمپس، کوہاٹ یونیورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی، کوہاٹ خیبر پختونخواہ

** پی ایچ۔ڈی سکالر شعبہ علوم اسلامیہ پشاور یونیورسٹی

Centre, old age home, paid home care, and shelter houses. Such schemes are meant to take care of the old, the invalids and the helpless. Apparently, all this seems a noble discovery of the new age but the real tragic story behind all this is usually buried hidden beneath the calm facade. This paper will consider the motives and results of such attitudes and arrangements and their solutions offered by the modern society and then present its solutions from the Islamic viewpoint in the light of the Holy Prophet (SWA) Seerah explaining his kind behavior shown towards senior citizens.

Keywords: بزرگ افراد، خاندان، سیرت طیبہ، معذور افراد، بے سہارا، توقیر

اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات میں سے انسان کو علم، عقل، صلاحیت اور فہم وفراست کی بنا پر اشرف المخلوقات بنایا۔ سارے انسان ایک جیسے نہیں ہیں بلکہ ان میں بچے، جوان، بوڑھے، محتاج وکمزور اور بیمار واپاہج مختلف انواع ہیں۔ دوسری طرف نسل انسانی مختلف مذاہب ومسالک، رسوم ورواج، قبائل وخاندان، رنگ ونسل اور وطن و ملک میں بھی تقسیم ہے لیکن ان تمام تر تفرقات کے باوجود ان میں کچھ قدریں مشترک بھی ہیں اور انسانی آبادی میں ان اقدار پر عمل ہوتا رہا ہے جن میں بچوں سے شفقت ومحبت اور بوڑھوں کا ادب واحترام تمام اقوام ومذاہب اور معاشروں میں پایا جاتا ہے، لیکن آج بدلتے حالات کے ساتھ بہت سی انسانی قدریں پامال ہو رہی ہیں مغربی ممالک اور ان کے نقش قدم پر چلنے والے معاشروں میں سن رسیدہ افراد (Senior Citizens) کے حقوق کی حالت بہتر نہیں، اولاد اپنے فطرتی فرائض سے بے اعتنائی برت رہی ہے اور بزرگ افراد اپنے ہی گھر سے نکلنے پر مجبور ہو رہے ہیں اور مخصوص رفاہی اور ثقافتی اداروں میں پناہ لینے پر مجبور ہیں اور آئے دن ان پر زیادتی کی خبریں سامنے آرہی ہیں۔ مسلم خاندان ومعاشرے میں بھی بتدریج تبدیلیاں آرہی ہیں لہٰذا ضروری ہے کہ عمر رسیدہ لوگوں کے حقوق اور ان کے ادب واحترام اور خدمت وخبر گیری کے سلسلے میں اسلامی تعلیمات کی وضاحت کی جائے۔

موجودہ دور میں عمر رسیدہ شہریوں کے لیے جو ادارے معرض وجود میں آئے ہے ان اداروں کو

(Day Care Centres، Old Age Homes، Paid Home Care، Shelter Houses)
جیسے خوبصورت نام دیے گئے ہیں۔ ان میں بزرگ، معذور اور بے سہارا افراد کی دیکھ بھال کا دعویٰ کیا جاتا ہے۔بظاہر یہ ایک انسانی خدمت اور موجودہ دور کی ایک بڑی دریافت معلوم ہوتی ہے لیکن اس کے پیچھے کرب والم کی جو کہانی ہوتی ہے وہ عموماً نگاہوں سے پوشیدہ رہتی ہے۔ زیر نظر مقالہ میں ہم پہلے اس معاملہ کے محرکات، نتائج اور موجودہ دور کی کوششوں کا جائزہ لیں گے پھر اسلامی نقطہ نظر سے اس کا حل پیش کریں گے اور سیرت طیبہ کی روشنی میں سن رسیدہ لوگوں کے ساتھ حضور نبی اکرم ﷺ کے کریمانہ سلوک کی وضاحت کریں گے۔

سماجی میدان میں جن چیزوں کا شمار موجودہ دور کی اہم کارگزاریوں میں ہوتا ہے ان میں سے ایک عمر رسیدہ شہریوں کے لیے رفاہی اور ثقافتی اداروں کا قیام ہے۔ ان اداروں کو بہت خوب صورت نام دیے گئے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ ان اداروں نے معاشرے کی ایک اہم ضرورت پوری کی ہے۔ ان میں معمر، معذور اور بے سہارا افراد کی، جن سے ان کے اپنے بھی منہ پھیر لیتے ہیں، مناسب دیکھ بھال کی جاتی ہے۔ سکون، اطمینان اور سہولیات کا ماحول فراہم کیا جاتا ہے اور وہاں اپنے ہم عمروں کے ساتھ ان کی زندگی کے آخری ایام بڑی خوشی و مسرت کے ساتھ کٹ جاتے ہیں۔ دنیا بھر میں بزرگ شہریوں کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے لیے اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے 14 دسمبر 1990ء کو ایک قرار داد منظور کی جس میں کہا گیا کہ ہر سال یکم اکتوبر کو بزرگ شہریوں کے عالمی دن کے طور پر منایا جائے گا۔اسی طرح یکم اکتوبر 1991ء کو پہلی مرتبہ بزرگوں کا عالمی دن منایا گیا۔[1] بزرگ شہریوں کے عالمی دن کو منانے کا مقصد لوگوں کی توجہ بوڑھے افراد کے حقوق کی جانب دلانا ہے۔ اقوام متحدہ کی رپورٹ کے مطابق اس وقت دنیا بھر میں تقریباً700 ملین افراد کی عمر60 سال سے اوپر ہے اور اعداد و شمار کے مطابق اس عمر کے افراد کی آبادی سال2030 میں 1.4 بلین اور 2050 میں 2 بلین افراد تک پہنچ جائے گی۔ عالمی سطح پر ساٹھ سال سے زائد عمر افراد کی تعداد میں ہر ماہ دس لاکھ کا اضافہ ہو رہا ہے اور اس وقت دنیا کی دس اعشاریہ آٹھ فیصد آبادی عمر رسیدہ افراد پر مشتمل ہے۔[2] یہاں ہم پہلے اس معاملہ میں موجودہ دور کی کوششوں ،ان کے محرکات اور نتائج کا اختصار سے جائزہ لیں گے اور پھر ان کے بارے میں اسلامی نقطہ نظر واضح کریں گے۔

---

[1]- www.un.org/en/sections/observances/international-days/ (A/Resolution/45/106) RetrievedNov: 17, 2018

[2]- https://esa.un.org/unpd/wpp/Publications/Files/WPP2017,p13.Retrieved November 17, 2018

بزرگ افراد کے ساتھ مروجہ معاشرتی رویے

سفید بال، مرجھایا ہوا چہرہ، ہاتھ میں لاٹھی، چال میں سست روی، لڑکھڑاتی زبان، یہ معاشرہ کا وہ کمزور طبقہ ہے، جسے ہم بوڑھوں کے نام سے جانتے ہیں۔ انسانی زندگی کئی مراحل سے گزرتے ہوئے بڑھاپے کو پہنچتی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ﴾ [1]

"ہم نے انسان کو بہت اچھی صورت میں پیدا کیا ہے، پھر (رفتہ رفتہ) اس (کی حالت) کو (بدل کر) پست سے پست کر دیا۔"

یعنی جس طرح انسان اپنی ابتداء اور شباب میں ساری مخلوقات سے زیادہ حسین اور سب سے بہتر تھا آخر میں اس پر یہ حالت بھی آتی ہے کہ وہ بد سے بدتر اور برے سے برا ہو جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ بدتری اور برائی اس کی ظاہری جسمانی حالت کے اعتبار سے بتائی گئی ہے کہ شباب ڈھلنے کے بعد شکل وصورت بدلنے لگتی ہے، بڑھاپا اس کا روپ بالکل بدل ڈالتا ہے، وہ بدہئیت نظر آنے لگتا ہے اور بیکار ہو کر دوسروں پر بوجھ بن کر رہ جاتا ہے۔ بڑھاپا گویا اختتامِ زندگی کا پروانہ ہے، اختتامی مراحل ہنسی خوشی پورے ہوں تو اس سے دلی تسلی بھی ہوتی ہے، رہن سہن میں دشواری بھی نہیں لیکن آج جو صورت حال سن رسیدہ افراد کے ساتھ روا رکھی گئی ہے، اس سے ایسا محسوس نہیں ہوتا کہ عمر رسیدہ افراد اپنی طبعی عمر بھی پوری کر سکیں گے، حالانکہ والدین نے بچوں کی پرورش اس امید پر کی تھی کہ وہ بڑھاپے میں والدین کا سہارا ہوں گے، بجائے اس کے کہ یہ اولاد بوڑھے والدین کی لاٹھی وسہارا بنتے اور بوڑھے والدین کی کمزور کمر کو سہارا دیتے، رہی سہی لاٹھی و کمر کو بھی توڑ دیتے ہیں۔

ایک جانب معاشرہ کی یہ صورت حال ہے دوسری جانب نبی اکرم ﷺ کا اسوہ کہ آپ نے بوڑھوں کے ساتھ، کمزوروں کے ساتھ، ضعیفوں کے ساتھ بہت ہی زیادہ حسنِ سلوک کا مظاہر کیا جہاں آپ ﷺ نے اپنی تعلیمات کے ذریعہ عمر رسیدہ افراد کی قدر دانی کی تعلیم دی، وہیں آپ نے عملی طور پر اپنے طرز عمل سے عمر رسیدہ افراد کی خدمت کر کے ایک عملی نمونہ پیش کیا۔ بڑھاپا انسانی زندگی کا ایک فطری مرحلہ ہے۔

ہر شخص جو اس دنیا میں پیدا ہوتا ہے وہ اپنی عمر کے مختلف مراحل سے گزرتے ہوئے بڑھاپے کو پہنچتا ہے۔ اس مرحلے میں اس کے جسمانی قویٰ مضمحل ہو جاتے ہیں اور اس کی دماغی اور فکری صلاحیتیں بھی کمزور پڑ جاتی ہیں۔ وہ حصول معاش کے لیے تگ ودو کے قابل نہیں رہ جاتا۔ یہاں تک کہ جب اس کی جسمانی کمزوری میں مزید

[1] - التین: 3

اضافہ ہوتا ہے تو وہ اپنے روز مرہ کے کاموں کی انجام دہی کے لیے بھی دوسروں کے سہارے کا محتاج ہو جاتا ہے۔ لیکن موجودہ دور کی نئی نسل اپنی زندگی کو بہتر اور خوش گوار بنانے میں اس قدر مصروف ہے کہ اسے اپنے بزرگوں کو سہارا دینے کی بھی فرصت نہیں۔ اس کے پاس موقع نہیں ہے کہ اپنے بوڑھے والدین کے پاس کچھ وقت گزارے ان سے بات چیت کر سکے، ان کے دکھ درد کو سن سکے اور ان کی ضرویات پوری کر سکے۔ اس صورت حال میں یہ بزرگ بھرے خاندان میں ہونے کے باوجود تنہائی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ افرادِ خاندان کے ساتھ ایک چھت کے نیچے رہنے کے باوجود ان کی جانب سے ہمدردی، غم گساری اور اپنائیت سے محرومی کا احساس انھیں کاٹے کھاتا ہے۔ وہ رنج والم کی مجسم تصویر بن جاتے ہیں اور گھٹ گھٹ کر اپنی زندگی کے آخری دن کاٹنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ اس سماجی المیہ نے ضرورت پیدا کی کہ ان عمر رسیدہ افراد کی دیکھ بھال کا انتظام کیا جائے اور ان کی پسند کا ماحول فراہم کیا جائے۔ اس کے نتیجے میں دنیا کے مختلف ممالک میں بوڑھوں کے عافیت کدے Old age Homes، shelter houses، old home care قائم کیے گئے ہیں۔

اولڈ ایج ہومز کی تاریخ اور موجودہ صورت حال

اولڈ ایج ہوم اصلاً بیسویں صدی عیسوی کی پیداوار ہیں۔ انیسویں صدی سے قبل ان کا کوئی تصور نہیں تھا۔ سب سے پہلے مغربی ممالک میں ایسے اداروں کی ضرورت محسوس کی گئی۔ تاریخی طور پر بیان کیا جاتا ہے کہ 1823ء میں فلاڈلفیا (امریکہ) میں Indigent Widows & Single Women's Society کے نام سے اور 1850ء میں بوسٹن (امریکہ) میں Home for Aged Women کے نام سے بے سہارا خواتین کے لیے رفاہی ادارے قائم ہوئے۔ پھر بیسویں صدی میں ایسے اداروں کا قیام کثرت سے ہونے لگا اور خاص طور پر اس صدی کے نصف آخر میں اس معاملے میں تیزی آئی اور بڑے پیمانے پر عمر رسید افراد کی رہائش کے لیے مراکز قائم ہوئے۔[1] ایک رپوٹ کے مطابق 2005ء میں امریکا میں بوڑھوں کے لیے قائم نرسنگ ہومز کی تعداد گیارہ ہزار تھی۔ اس کے بعد پانچ سال میں مزید ایک ہزار کا اضافہ ہوا۔ اور 18-2017 میں ان کی تعداد تقریباً پندرہ ہزار (15'000) سے متجاوز ہو چکی ہیں۔[2] متعدد یورپی ممالک کا بھی یہی حال ہے۔ ان میں سے بیشتر پرائیویٹ ہیں صرف چند ہی سرکاری سرپرستی میں چل رہے ہیں۔ ان نرسنگ ہومز میں سے زیادہ

1- Haber, C., and Gratton, B. Old Age and the Search for Security. New York: Cambridge University Press, 1994.

2- https://health.usnews.com/best-nursing-homes Retrieved December 10, 2018

تر گزشتہ ایک دہائی میں قائم ہوئے ہیں۔اب مغربی ممالک میں بڑے بڑےRetirement Resort قائم ہونے لگے ہیں، جن کے تمام مکین عمر رسیدہ افراد ہوتے ہیں، ان کے لیے ہر طرح کی سہولیات فراہم کی جاتی ہیں ، حتیٰ کہ ان کی خدمت گزاری کے لیے خودکار مشینوں(Nurses Robot)کا سہارا لیا جانے لگا ہے۔

اولڈ ایج ہومز میں فراہم کی جانے والی سہولیات

دنیا بھر میں بوڑھوں کے نرسنگ ہومز جانے کی ایک بڑی وجہ وہاں توجہ (Care) یا نگہداشت کا معیار ہے۔ مغرب میں نرسنگ ہوم جانے والے بوڑھوں کی عمر اکثر پچھتر(75)سال سے زیادہ ہوتی ہے۔ وہ عمر اور صحت کے ان مسائل سے دوچار ہوتے ہیں جب ان کو چوبیس گھنٹے نگہداشت کی ضرورت ہوتی ہے۔ نرسنگ ہوم میں ان کو نرس، باورچی، صفائی والے وغیرہ کی سہولت ہر وقت میسر ہوتی ہے۔ مزید ازاں کیئر ہوم کی گاڑی شاپنگ یا اسپتال لے جاتی ہے۔ اپنے ہم عمر دوسرے بوڑھوں کے ساتھ وہ پکنک، فلم وغیرہ سے بھی لطف اندوز ہوتے ہیں اور خود کو فعال رکھتے ہیں۔ ان ہومز کا ایک اور پہلو سے جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔ ان میں عمر رسیدہ افراد کی ضرورت کی ہر ممکن سہولت فراہم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ کھانے پینے کا معقول انتظام ہوتا ہے۔ حفظان صحت کے وسائل فراہم کیے جاتے ہیں، مثلاً گارڈن، جوگنگ ٹریک یوگا وغیرہ اور علاج معالجہ کا بہتر نظم کیا جاتا ہے۔ ذہنی سکون اور تفریح کے لیے کامن روم اور ٹیلی ویژن، علمی ذوق کی آبیاری کے لیے لائبریری، ریڈنگ روم، کمپیوٹر روم اور عبادت کے لیے جگہ (Prayer Room) باہری دنیا سے رابطہ کے لیے ٹیلی فون اور انٹرنیٹ وغیرہ کی سہولیات دی جاتی ہیں۔[1] کچھ نرسنگ ہوم یہ خدمات مفت فراہم کرتے ہیں تو کچھ ان کے لیے فیس وصول کرتے ہیں۔ دیکھا جائے تو ان ہومز میں عمر رسیدہ افراد کو ضروت کی ہر چیز حاصل رہتی ہے۔ اگر محروم رہتے ہیں تو اپنوں کے قرب، نگہداشت اور محبت سے۔ ان اداروں میں رہنے والے کسی فرد کا انتقال ہو جائے تو پہلے اس کے بیٹے، بیٹی یا متعلقہ عزیز کو مطلع کیا جاتا ہے۔ اگر وہ خود اس کی آخری رسوم ادا کرنے میں دل چسپی لے تو اس کی نعش کو اس کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔ ورنہ ان ہومز کے مصارف پر ہی اس کی آخری رسوم ادا کر دی جاتی ہیں۔

عمر رسیدہ افراد کی اپنے گھروں سے بے زاری کے اسباب

ہر شخص کو فطری طور پر اپنے گھر سے محبت ہوتی ہے۔ وہاں وہ اپنی زندگی کے قیمتی ایام گزارتا ہے۔ اس لیے اس کے در و دیوار سے اسے انس ہوتا ہے اور افراد خانہ سے تعلق خاطر تو فطری ہے۔ اس کے باوجود وہ کیا اسباب

1- https://www.aging.com/guide-to-living-a-healthy-lifestyle-at-an-old-age/ Retrieved December 12, 2018

ہیں جن کی بنا پر عمر رسیدہ افراد اپنے گھروں سے بے زار ہو جاتے ہیں اور ان کے مقابلے میں اولڈ ایج ہوم کو ترجیح دیتے ہیں؟ غور کرنے سے اس کے چند اسباب معلوم ہوتے ہیں۔

1۔ عمر رسیدہ افراد کو اپنے بڑھاپے میں جتنی خبر گیری، نگہداشت اور دیکھ بھال کی ضررت محسوس ہوتی ہے وہ انھیں گھر میں نہیں مل پاتی۔ ان کے بیٹے ملازمت اور روزگار کے مسائل میں اتنے مصروف ہوتے ہیں کہ اپنے بزرگوں کی طرف پوری توجہ نہیں دے پاتے۔ وہ زیادہ تر اوقات گھر سے باہر رہتے ہیں اور جب گھر آتے ہیں تو ان کی عافیت پسندی انھیں اپنے خول میں بند رکھتی ہے اور وہ اپنے آرام کو پس پشت ڈال کر والدین کی خدمت پر آمادہ نہیں ہوتے۔ جس کی وجہ سے بڑے بوڑھے دل برداشتہ ہو جاتے ہیں۔

2۔ اکثر گھر کا سربراہ باپ ہوتا ہے جو اس کا نظم و نسق چلاتا ہے۔ گھر کے چھوٹے بڑے معاملات میں اس کی بات فیصلہ کن ہوتی ہے۔ بڑھاپے کی عمر کو پہنچ جانے کے بعد بھی اس کی خواہش ہوتی ہے کہ تمام افراد خانہ اس کی بات مانیں اور اس کی پسند ناپسند کو اپنی پسند و ناپسند سمجھیں۔ دوسری طرف بچے بڑے ہو جاتے ہیں تو وہ اپنی مرضی چلانا چاہتے ہیں۔ مزاجوں کا اختلاف بسا اوقات ٹکراؤ کی صورت پیدا کر دیتا ہے۔ اس حال میں اگر بچے باپ کی کوئی بات نہ مانیں تو اسے اپنی سبکی محسوس ہوتی ہے اور گھر سے اس کا دل اچاٹ ہو جاتا ہے۔

3۔ مغربی معاشرے میں ریاست نے سربراہ کی جگہ لے لی ہے۔ سو اب یہ ریاست کی ذمہ داری ہے کہ کمزور اولاد (شہری) کا خیال رکھے۔ بہت سے بوڑھے جو کیئر ہوم نہیں جاتے، جب تک کہ وہ خطرے کی حالت میں نہ ہوں، حکومت کے سوشل سروس کے ملازمین ان بوڑھوں کو گھر پر مختلف خدمات جیسے صفائی، کھانا پکانا، شاپنگ کرانا وغیرہ فراہم کرتے ہیں۔ کیئر ہومز منتقلی کا فیصلہ یا تو یہ بوڑھے شہری خود کرتے ہیں یا پھر ان کا ڈاکٹر۔ اولاد کا اس میں زیادہ عمل دخل ہوتا ہے۔

4۔ مشرقی سماج میں رشتوں کی اہمیت کا احساس کم ہو گیا ہے۔ بہو اپنے سسر کی اس طرح دیکھ بھال نہیں کر پاتی جس طرح شادی سے قبل اپنے باپ کی کرتی تھی۔ دوسری طرف سسر اپنی بہو سے ویسی خدمت کی امید رکھتا ہے جیسی اس کی اپنی بیٹی کرتی تھی۔ اگر بہو کسی اجنبی خاندان سے آتی ہے تو بسا اوقات اسے سسر سے کوئی اپنائیت اور اُنس نہیں ہوتا۔ وہ نہ صرف یہ کہ خود اپنے سسر کی دیکھ بھال نہیں کرتی، بلکہ اپنے شوہر کو بھی صراحتاً یا اشارۃً اس سے روکتی ہے۔

5۔ والدین اپنے بچوں کو پال پوس کر بڑا کرتے ہیں، ان پر اپنی ساری کمائی خرچ کرتے ہیں، خود تکلیفیں اٹھا کر انھیں آرام پہنچاتے ہیں، لیکن جب بچے بڑے ہو جاتے ہیں اور ان کے والدین بوڑھے اور سہارے کے محتاج ہوتے ہیں تو بچوں میں شکر گزاری کا جذبہ پیدا نہیں ہوتا۔ وہ خود غرضی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ وہ اپنے والدین کو ان

کے ان احسانات کا بدلہ نہیں دے پاتے جو انھوں نے ان کے ساتھ ان کے بچپن میں کیے تھے۔

6۔بسا اوقات مالی پریشانیاں بھی والدین کی خدمت اور دیکھ بھال میں حارج ہوتی ہیں، بیٹے کی جتنی آمدنی ہوتی ہے اس سے وہ اپنے بیوی بچوں کی کفالت ہی مشکل سے کرپاتا ہے، اس بنا پر والدین کی کماحقہ خدمت نہیں کرپاتا۔

دنیا میں کوئی ادارہ خاندان کا متبادل نہیں ہو سکتا

موجودہ دور میں اولڈ ہوم جانے کی ایک اہم وجہ پرائیویسی کا تحفظ بھی ہے جو کہ مغربی معاشرے میں ایک بہت اہم عنصر ہے۔ وہاں ہر انسان کو اپنی پرائیویسی بہت پیاری ہے۔ نہ ماں باپ چاہتے ہیں کہ ان کی ذاتی زندگی میں دخل اندازی ہو اور نہ ہی وہ بچوں کی زندگی میں مخل ہونا چاہتے ہیں۔ چنانچہ جب تک والدین اپنے پیروں پہ قائم رہیں، وہ اپنے گھر ہی رہتے ہیں اور جب بات بالکل بس سے باہر ہو جائے، تو اولڈ ہوم منتقل ہو جاتے ہیں۔ اس اولڈ ہوم میں ان کی پرائیویسی مکمل محفوظ ہوتی ہے اور نہ ہی وہ اولاد پہ بوجھ بنتے ہیں۔

اولڈ ہوم جانے کی ایک اور بڑی وجہ معاشی بھی ہے۔ مغربی معاشروں میں ہر شخص کو زندگی کی گاڑی چلانے کے لیے کام کرنا پڑتا ہے۔ شوہر بیوی کو اپنے والدین کی خدمت پہ مجبور نہیں کر سکتا۔ اور جب بچے کام کر رہے ہوں تو ان کے لیے ممکن ہی نہیں کہ وہ بوڑھے ماں باپ کا اس طرح خیال رکھ سکیں جیسا کہ ان کا حق ہے۔ نوکر رکھنے کا خرچہ ہر کوئی برداشت نہیں کر سکتا ہے۔ اس لیے جب عمر رسیدہ افراد کو اپنے گھروں میں اور اپنے عزیزوں کے درمیان چین وسکون نہ ملا تو ان کے لیے اولڈ ایج ہوم قائم کیے گئے۔ لیکن یہ مسئلے کا حقیقی اور پائیدار حل نہیں ہے۔ کہنے کو تو ان ہومز میں بوڑھوں کو ضرورت کی ہر چیز دستیاب رہتی ہے لیکن اس کے باوجود وہ اپنے عزیزوں کی محبت کے لیے ہر آن ترستے اور تڑپتے رہتے ہیں۔ ان کی یہ فطری خواہش اسی وقت پوری ہو سکتی ہے جب وہ خود کو اپنے خاندان کے درمیان پائیں اور اپنے عزیزوں کے ذریعے ان کی خبر گیری ہو۔ اسی وجہ سے سماجی ماہرین نے اولڈ ایج ہوم کے تصور کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے اور اس کے منفی پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے۔

بیسویں صدی کے اوائل میں امریکہ کے ایک سوشل تجزیہ کار Epstein Abranham نے اولڈ ایج ہوم کے بارے میں لکھا تھا:

”یہ ادارے صاف طور پر ظاہر کرتے ہیں کہ عمر رسیدہ افراد اب اس صنعتی دنیا میں کامیاب زندگی گزارنے کے قابل نہیں رہے۔ یہ رفاہی ادارے سرگرم زندگی گزارنے کے بعد روزینہ پانے والے افراد کی انتہائی اہانت

اور تذلیل کی خوف ناک علامت ہیں"[1]

بوڑھوں کی خبر گیری کے حوالے سے اسلام کا نقطہ نظر

اسلام نے اس مسئلے کو بہت خوب صورتی سے حل کیا ہے۔ اس نے سماج میں عمر رسیدہ افراد کو عزت واحترام کا مقام دیا ہے، عمر رسیدہ افراد کا احترام کرنا، ان کی ضروریات پوری کرنا اور ان کی دیکھ بھال کرنا شریعت کے بنیادی احکام میں سے ہے۔ اسی وجہ سے اسلامی معاشرے میں عمر رسیدہ افراد خصوصی مقام کے حامل ہیں۔ اس کی بنیاد اسلام کی عطا کردہ وہ آفاقی تعلیمات ہیں جن میں عمر رسیدہ اَفراد کو باعثِ برکت ورحمت اور قابلِ عزت و تکریم قرار دیا گیا ہے۔ ان تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کے نتیجے میں مسلم حکمرانی کے دورِ عروج میں کبھی اولڈ ایج ہومز قائم کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ ذیل میں قرآن وحدیث کی روشنی میں اسلام کے ان اقدامات اور تعلیمات کا تذکرہ کیا جارہا ہے۔

بڑھاپا فطرت انسانی میں سے ہے

قرآن کریم میں تخلیق انسانی کے مراحل مختلف مقامات پر بیان کیے گئے ہیں اور ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی خلاقیت، علم اور قدرت پر استدلال کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

﴿اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضَعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضَعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضَعْفًا وَّشَیْبَةً یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ وَهُوَ الْعَلِیْمُ الْقَدِیْرُ﴾[2]

"اللہ ہی تو ہے جس نے تم کو (ابتدا میں) کمزور حالت میں پیدا کیا پھر کمزوری کے بعد طاقت عنایت کی پھر طاقت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا دیا وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور وہ صاحب دانش اور صاحب قدرت ہے۔"

انسان کی ترقی و تنزلی اور اس کی اصل تو مٹی سے ہے۔ پھر نطفے، سے پھر خون بستہ سے، پھر گوشت کے لوتھڑے سے، پھر اسے ہڈیاں پہنائی جاتی ہیں، پھر ہڈیوں پر گوشت پوست پہنایا جاتا ہے، پھر روح پھونکی جاتی ہے، پھر ماں کے پیٹ سے ضعیف ونحیف ہو کر نکلتا ہے، پھر تھوڑا تھوڑا بڑھتا ہے اور مضبوط ہوتا جاتا ہے۔ پھر بچپن کے زمانے کی بہاریں دیکھتا ہے پھر جوانی کے قریب پہنچتا ہے پھر جوان ہوتا ہے اور بالآخر نشو ونما موقوف ہو جاتی ہے۔ اب قویٰ پھر مضمحل ہونے شروع ہوتے ہیں، طاقتیں گھٹنے لگتی ہیں، ادھیڑ عمر کو پہنچتا ہے اور پھر بڈھا ہو جاتا ہے۔

[1]- Abraham Epstein, The Challenge of the aged, Alfred A, Knopf, New York, 1929, p.128

[2]-الروم:54

طاقت کے بعد یہ کمزوری بھی قابل عبرت ہوتی ہے کہ ہمت پست ہے، دیکھنا، سننا، چلنا پھرنا، اٹھنا بیٹھنا، پکڑنا غرض ہر طاقت گھٹ جاتی ہے۔ رفتہ رفتہ بدن کے سارے اعضاء بالکل جواب دے جاتے ہیں اور ساری صفتیں متغیر ہو جاتی ہیں۔ بدن پر جھریاں پڑجاتی ہیں، رخسار پچک جاتے ہیں، دانت ٹوٹ جاتے ہیں، بال سفید ہو جاتے ہیں۔ قوت کے بعد کی یہ ضعیفی اور بڑھاپا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے ادنیٰ کرشمے ہیں۔[1]

سورہ المومن میں یہی مضمون کسی قدر تفصیل سے وارد ہوا ہے:

﴿هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا شُيُوْخًا وَّمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى مِنْ قَبْلُ وَّلِتَبْلُغُوْٓا اَجَلًا مُّسَمًّى وَّلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ﴾ [2]

"وہ (اللہ) وہی تو ہے جس نے پیدا فرمایا تم سب کو مٹی سے، پھر نطفے سے، پھر خون کے لوتھڑے سے، پھر وہی تمہیں نکالتا ہے (تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے) ایک کامل بچے کی شکل میں پھر (وہ تمہیں بڑھاتا پالتا جاتا ہے) تاکہ تم لوگ پہنچ جاؤ اپنی (جوانی کی) بھرپور قوتوں کو (پھر وہ تم کو اور موقع دیتا ہے کہ) تاکہ تم پہنچ جاؤ اپنے بڑھاپے کی عمر کو اور تم میں سے کوئی اس سے پہلے مرجاتا ہے یہ سب کچھ اس لیے کیا جاتا ہے تاکہ تم اپنے مقررہ وقت تک پہنچ جاؤ اور اس لیے کہ تم حقیقت کو سمجھو۔"

ان دونوں آیات میں پیدائش سے قبل اور پیدائش کے بعد دونوں کے مراحل کا بیان ہے۔ پیدائش سے قبل کے تین مراحل (تراب (مٹی)، نطفہ اور علقہ) ہیں جبکہ بچپن، جوانی اور بڑھاپا ہیں۔ بڑھاپے میں انسان کے اعضائے بدن میں کمزوری وناتوانی لوٹ آتی ہے اور وہ اسی طرح دوسروں کے سہارے کا محتاج ہو جاتا ہے جس طرح بچپن میں تھا۔ جب بڑھاپے میں مزید اضافہ ہوتا ہے تو انسان کی عقل بھی ماؤف ہو جاتی ہے اور سوچنے سمجھنے کی صلاحیت بھی کم ہو جاتی ہے۔ اس مرحلے میں وہ مزید ہمدردی اور توجہ کا مستحق ہو جاتا ہے۔ قرآن کریم میں اسے ارذل العمر (بدترین عمر) سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

﴿وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفّٰىكُمْ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْ لَا يَعْلَمَ

[1] ۔ابن کثیر، ابو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، دار طیبہ للنشر والتوزیع، تفسیر زیر آیت سورۃ روم، ص:54

[2] ۔المومن:67

بَعۡدَ عِلۡمٍ شَيۡـٴًـا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيۡمٌ قَدِيۡرٌ﴾[1]

"اور خدا ہی نے تم کو پیدا کیا پھر وہی تم کو موت دیتا ہے اور تم میں بعض ایسے ہوتے ہیں کہ نہایت خراب عمر کو پہنچ جاتے ہیں اور (بہت کچھ) جاننے کے بعد ہر چیز سے بے علم ہو جاتے ہیں۔ بیشک خدا (سب کچھ) جاننے والا (اور) قدرت والا ہے۔"

یعنی بڑھاپے کی وہ حالت جس میں آدمی کو اپنے تن بدن کا ہوش بھی نہیں رہتا۔ وہی شخص جو دوسروں کو عقل بتاتا تھا، بوڑھا ہو کر اس حالت کو پہنچ جاتا ہے جو بچے کی حالت سے مشابہ ہوتی ہے۔ اَرْذَلِ الْعُمُرِ: اس سے مراد پیرانہ سالی کی وہ عمر ہے جس میں انسان کے تمام جسمانی اور دماغی قویٰ ضعیف ہو جاتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ اس عمر سے پناہ مانگتے تھے ارشاد ہے:

"وأعوذ بك أن أرد إلى أرذل العمر "[2]

"اے اللہ! میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں بری عمر سے۔"

ارذل العمر کی تعریف میں کوئی تعیین نہیں ہے البتہ آیت مذکورہ میں بھی لِكَيۡ لَا يَعۡلَمَ بَعۡدَ عِلۡمٍ شَيۡـٴًـا[3] سے اشارہ کیا ہے کہ وہ ایسی عمر ہے جس میں ہوش وحواس باقی نہیں رہتے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی تمام معلومات بھول جاتا ہے۔ ارذل العمر کی تعریف میں مختلف اقوال ہیں بعض نے اسی (80) سال کی عمر کو ارذل العمر قرار دیا ہے اور بعض نے نوے (90) سال کی عمر کو۔ حضرت علیؓ کا قول ہے:

"أرذل العمر خَمْسٌ وَسَبْعُونَ سَنَةً، وَفِي هَذَا السِّنِّ يَحْصُلُ لَهُ ضَعْفُ الْقُوَى وَالْخَرَفُ، وَسُوءُ الْحِفْظِ وَقِلَّةُ الْعِلْمِ "[4]

"ارذل العمر پچھتر (75) سال کی عمر کو کہتے ہیں اس عمر میں عموماً انسان ایسا ہی ہو جاتا ہے طاقت ختم ہو جاتی ہے، حافظہ جاتا رہتا ہے، علم کی کمی ہو جاتی ہے، اور عالم ہونے کے بعد بے علم ہو جاتا ہے۔"

پیرانہ سال کے انتہائی درجہ میں پہنچنے کے بعد آدمی میں نہ قوت جسمانیہ رہتی ہے اور نہ ہی عقلیہ جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ ایک چیز سے باخبر ہو کر پھر بے خبر ہو جاتا ہے۔ وہ تمام معلومات بھول کر بالکل بچے کی مانند ہو جاتا ہے

---

[1]۔ النحل:70

[2]- بخاری، ابو عبد الله محمد بن اسماعيل، صحيح البخاری، كتاب الدعوات، باب الاستعاذة من أرذل العمر، حديث 6374

[3]۔ النحل:70

[4]۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، تفسیر زیر آیت سورۃ النحل، ص:70

جس کو نہ علم و خبر ہے اور نہ ہی فہم و فراست ہوتی ہے۔ انسانی زندگی کے مختلف مراحل کی یہ تفصیل بتا کر قرآن انسانوں میں یہ احساس بیدار کرنا چاہتا ہے کہ وہ عمر رسیدہ افراد کے ساتھ بہتر سلوک کریں، ان کی اچھی طرح دیکھ بھال کریں، ان کے کام آئیں اور ان کی ضرورتیں پوری کریں، اس لیے کہ عین ممکن ہے کہ وہ خود بھی بڑھاپے کی عمر کو پہنچیں تو دوسروں سے اسی برتاؤ کے متمنی ہوں۔

بڑھاپے میں انسان کا اپنے خاندان سے تعلق

انسان جب بڑھاپے کی عمر کو پہنچتا ہے تو خود کو ایک بھرے خاندان میں پاتا ہے۔ اس کے بیٹے، بیٹیاں جو ان ہو چکے ہوتے ہیں۔ ان کی شادی کے نتیجے میں بیٹیاں دوسرے خاندان میں پہنچ جاتی ہیں اور دوسرے خاندانوں کی لڑکیاں اس کے گھر بہو بن کر آجاتی ہیں۔ پھر ان کی اولادیں ہوتی ہیں تو پوتوں، پوتیوں، نواسوں، نواسیوں کی شکل میں اس کے آنگن میں بچوں کا شور و غل اور ہنگامے سنائی دیتے ہیں۔ اس چیز کو قرآن، انسان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حاصل شدہ ایک نعمت قرار دیتا ہے ارشاد خداوندی ہے:

﴿وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً وَّرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ﴾[1]

”اور اللہ تعالیٰ ہی نے تم میں سے تمہارے لئے عورتیں پیدا کیں اور عورتوں سے تمہارے بیٹے اور پوتے پیدا کئے اور کھانے کو تمہیں پاکیزہ چیزیں دیں۔“

اس آیت میں بیٹوں کے ساتھ پوتوں کا ذکر فرمانے میں اس طرف بھی اشارہ پایا جاتا ہے کہ جوڑے بنانے کا اصل مقصد نسل انسانی کی بقا ہے کہ اولاد پھر اولاد کی اولاد ہوتی رہے تو یہ انسان کی بقاء نوع کا سامان ہوا۔ آیت میں لفظ "حفدة" کے لغوی معنی خادم و مددگار کے ہیں[2] اولاد کے لیے یہ لفظ استعمال کرنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ اولاد کو اپنے ماں باپ کا خادم ہونا چاہیے۔[3] بہر کیف بیٹوں اور پوتوں کی نعمت بھی ایک عظیم الشان نعمت ہے جس سے قدرت اپنے بندوں کو نوازتی ہے کہ بیٹوں اور پوتوں کے اس سلسلے سے اس کا نام اور اس کے وجود کا تسلسل باقی رہتا ہے۔ اور یہی وہ

1۔ النحل:72

2-الاصبهاني، ابو القاسم الحسين بن محمد، المفردات فى غريب القرآن، دار القلم دمشق، كتاب الحاء "حفد"

3-القرطبي، أبو عبد الله محمد بن أحمد ، الجامع لأحكام القرآن تفسير القرطبي، دار الكتب المصرية، تفسیر زیر آیت النحل، ص: 72

نعمت ہے جو انسان کو اس کی موت اور انتقال کے بعد بھی کام آتی ہے۔ اور انہی کی دعاؤں اور نیک اعمال کے نتیجے میں انسان کو مرنے کے بعد بھی اجر و ثواب ملتا رہتا ہے۔ رشتہ داروں کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انسان کے لیے ایک نعمت قرار دیتا ہے سورہ الفرقان میں ہے:

﴿ وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ مِنَ الْمَاۗءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا ۭ وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيْرًا ﴾[1]

"اور وہی ہے جس نے پانی سے ایک بشر پیدا کیا، پھر اس نے نسب اور سسرال کے دو الگ سلسلے چلائے۔ تیرا رب بڑا ہی قدرت والا ہے۔"

نسب اس رشتہ اور قرابت کو کہا جاتا ہے جو باپ یا ماں کی طرف سے ہو، اور "صھرہ" وہ رشتہ و تعلق ہے جو بیوی کی طرف سے ہو جس کو عرف میں سسرال بولتے ہیں۔ جس کی وجہ سے تمام انسانی معاشرہ باہمی محبت و احترام کے جذبات کے ساتھ منسلک ہے۔ یہ سب تعلقات اور قرابتیں اللہ کی دی ہوئی نعمتیں ہیں جو انسان کو خوشگوار زندگی کے لئے لازمی ہیں، اکیلا آدمی کوئی بھی کام نہیں کر سکتا۔

افرادِ خاندان کے درمیان گہرا اور قریبی تعلق ہو تو انسان کو بڑی خوشی و مسرت حاصل ہوتی ہے۔ وہ شاداں و فرحاں رہتا اور زمانے کے مصائب و آفات کو بھول جاتا ہے۔ ان کا وجود اس کے دل کو سکون اور آنکھوں کو ٹھنڈک فراہم کرتا ہے۔ اسی لیے اہلِ ایمان اس کے متمنی اور سراپا دعا رہتے ہیں۔ قرآن پاک نے ان کی التجایوں بیان کی ہے:

﴿رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا﴾[2]

"اے ہمارے پروردگار ہم کو ہماری بیویوں کی طرف سے (دل کا چین) اور اولاد کی طرف سے آنکھ کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیز گاروں کا امام بنا۔"

یعنی بیوی بچے ایسے عنایت فرما جنہیں دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی اور قلب مسرور ہو۔ اور ظاہر ہے مومن کامل کا دل اسی وقت ٹھنڈا ہو گا جب اپنے اہل و عیال کو اطاعت الٰہی کے راستہ پر گامزن پائے۔ یعنی انھیں اپنا بھی فرماں بردار بنا اور ہمارا بھی اطاعت گزار جس سے ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔

---

[1]۔ الفرقان:54

[2]۔ الفرقان:74

اسلام میں رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کا حکم

نسب اور سسرالی تعلق کے نتیجے میں جو رشتے وجود میں آتے، اسلام انھیں خصوصی اہمیت دیتا ہے۔ یوں تو اس کی نظر میں تمام انسان بھائی بھائی ہیں۔ ایمان کا رشتہ مزید قربت و تعلق پیدا کر دیتا ہے، چنانچہ اگر کبھی انھیں کوئی ضرورت درپیش ہو تو ان کی مدد میں کوتاہی نہیں کرنی چاہیے لیکن خونی رشتہ داروں کا حق ان سے بڑھ کر ہے ،ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا، ان کے دکھ درد میں کام آنا اور ان کی ضرورتیں پوری کرنا صرف اخلاقی تقاضا ہی نہیں بلکہ ایک دینی ذمہ داری ہے جیسے لازماً ادا کرنا چاہیے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾[1]

"اور رشتہ دار آپس میں اللہ کے حکم کے مطابق ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں بیشک اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔"

لفظ "اولوا" عربی زبان میں صاحب کے معنی میں آتا ہے جس کا ترجمہ اردو میں "والے" سے کیا جاتا ہے جیسے **اولوا العقل** عقل والے ،**اولوا الامر** امر والے، اس لئے **اولوا الارحام** کے معنی ہوئے ارحام والے، ارحام، رحم کی جمع ہے جو اصل میں اس عضو کا نام ہے جس کے اندر بچہ کی تخلیق عمل میں آتی ہے اور چونکہ رشتہ داری کا تعلق رحم کی شرکت سے قائم ہوتا ہے اس لیے **اولوا الارحام** رشتہ داروں کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔[2]

آیت کے معنی یہ ہیں کہ اگرچہ ایک ولایت عامہ سب مسلمانوں کو آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ حاصل ہے جس کے سبب بوقت ضرورت ایک دوسرے کی امداد و اعانت بھی واجب ہوتی ہے اور ایک دوسرے کے وارث بھی ہوتے ہیں لیکن جو مسلمان آپس میں قرابت اور رشتہ کا تعلق رکھتے ہوں وہ دوسرے مسلمانوں سے مقدم ہیں۔ فی کتب اللہ کے معنی اس جگہ فی حکم اللہ کے ہیں یعنی اللہ تعالی نے اپنے حکم خاص سے یہ قانون بنا دیا ہے۔ قرآن میں ایک دوسرے مقام پر اور تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا ہے:

﴿وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ

---

[1] ۔انفال:75
[2] ۔مفتی، محمد شفیع، معارف القرآن، فرید بک ڈپو دہلی1998، 4/300،

وَالْمُهٰجِرِيْنَ اِلَّآ اَنْ تَفْعَلُوْٓا اِلٰٓى اَوْلِيٰۗىِٕكُمْ مَّعْرُوْفًا كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا﴾[1]

"اور رشتہ دار اللہ کی کتاب میں ایک دوسرے سے زیادہ تعلق رکھتے ہیں بہ نسبت دوسرے مومنین اور مہاجرین کے مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں سے کچھ سلوک کرنا چاہو یہ بات لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے۔"

عام مسلمانوں کے درمیان آپس کے تعلقات اس اصول پر قائم ہوں گے کہ رشتہ داروں کے حقوق ایک دوسرے پر عام لوگوں کی بہ نسبت مقدم ہیں۔ کوئی خیرات اس صورت میں صحیح نہیں ہے کہ آدمی اپنے ماں باپ، بال بچوں، اور بھائی بہنوں کی ضروریات تو پوری نہ کرے اور باہر خیرات کرتا پھرے۔ مال زکوٰۃ سے بھی آدمی کو پہلے اپنے غریب رشتہ داروں کی مدد کرنی ہوگی، پھر دوسرے مستحقین کو دے گا۔

قرآن کریم رشتہ داروں کا حق ادا کرنے کا تاکیدی حکم دیا گیا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَاۗئِ ذِي الْقُرْبٰى﴾[2]

"اللہ تعالیٰ تمہیں عدل، احسان اور قرابت داروں کو (امداد) دینے کا حکم دیتا ہے۔"

اس آیت میں صلہ رحمی کا حکم دیا گیا ہے، جو رشتہ داروں کے معاملے میں احسان کی ایک خاص صورت متعین کرتی ہے۔ اس کا مطلب صرف یہی نہیں ہے کہ آدمی اپنے رشتہ داروں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے اور خوشی و غمی میں ان کا شریک حال ہو اور جائز حدود کے اندر ان کا حامی و مددگار بنے۔ بلکہ اس کے معنی یہ بھی ہیں کہ ہر صاحب استطاعت شخص اپنے مال پر صرف اپنی ذات اور اپنے بال بچوں ہی کے حقوق نہ سمجھے بلکہ اپنے رشتہ داروں کے حقوق بھی تسلیم کرے۔ وہ خاندان کو معاشرے کا ایک اہم عنصر ترکیبی قرار دیتی ہے اور یہ اصول پیش کرتی ہے کہ ہر خاندان کے غریب افراد کا پہلا حق اپنے خاندان کے خوشحال افراد پر ہے، پھر دوسروں پر ان کے حقوق عائد ہوتے ہیں۔ اور ہر خاندان کے خوشحال افراد پر پہلا حق ان کے اپنے غریب رشتہ داروں کا ہے، پھر دوسروں کے حقوق ان پر عائد ہوتے ہیں۔ جس معاشرے کا ہر شخص اس طرح اپنے اپنے خاندان کے افراد کو سنبھال لے اس میں معاشی حیثیت سے کتنی خوشحالی، معاشرتی حیثیت سے کتنی حلاوت اور اخلاقی حیثیت سے کتنی پاکیزگی و بلندی پیدا ہو جائے گی۔ دین اسلام میں رشتہ داروں سے تعلقات بگاڑنے کی ممانعت آئی اور ان کے حقوق کی پامالی پر

---

1 -الاحزاب: 6

2 -النحل: 90

سخت وعید ارشاد فرمائی گئی ہے۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَاۗءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا﴾ (1)

"اللہ سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنا حق مانگتے ہو اور رشتہ داری کے تعلقات کو بگاڑنے سے بچو بیشک اللہ تم پر نگرانی کر رہا ہے۔"

حدیث مبارک میں بھی قطع رحمی پر وعید آئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى أَنَا اللّٰهُ وَأَنَا الرَّحْمَنُ خَلَقْتُ الرَّحِمَ وَشَقَقْتُ لَهَا مِنْ اسْمِي فَمَنْ وَصَلَهَا وَصَلْتُهُ وَمَنْ قَطَعَهَا بَتَتُّهُ (2)

"اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں اللہ ہوں، میں رحمن ہوں، میں نے ہی رحم کو پیدا کیا اور پھر اسے اپنے نام سے مشتق کیا۔ پس جو شخص اسے ملائے گا یعنی صلہ رحمی کرے گا میں اسے ملاؤں گا اور جو اسے کاٹے گا یعنی قطع رحمی کرے گا میں اسے کاٹوں گا۔"

والدین کی خدمت کرنا اولاد کی ذمہ داری ہے اور جن کی اولاد نہیں ہے اور وہ بوڑھے جو کسمپرسی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہیں تو ان کے حوالے سے اسلامی تعلیمات یہ ہیں کہ ایسے اشخاص کے وہ رشتہ دار جو ان کی وفات کے بعد ان کے وارث بن سکتے ہیں وہ ان پر خرچ کریں، اگر ان کے رشتہ دار نہ ہوں یا وہ اپنی ذمہ داری پوری نہ کریں تو اس صورت میں ان کا خرچ اور دیکھ بھال کا انتظام ریاست کی ذمہ داری ہے۔

اسلام کی نظر میں عمر رسیدہ لوگوں کے حقوق

شریعت میں والدین اور بزرگوں کی خدمت کرنے کی تاکید مختلف مقامات پر آئی ہے، خود نبی اکرم ﷺ نے بوڑھوں، کمزوروں اور ضعیفوں کے ساتھ بہت ہی زیادہ حسنِ سلوک کا مظاہرہ کیا جہاں آپ ﷺ نے اپنی تعلیمات کے ذریعہ عمر رسیدہ افراد کی قدر دانی کی تعلیم دی، وہیں آپ ﷺ نے اپنے عمل کے ذریعہ قدر دانی کا ثبوت بھی مہیا فرمایا، سن رسیدہ افراد کی اہمیت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"إِنَّ مِنْ إِجْلَالِ اللّٰهِ إِكْرَامَ ذِي الشَّيْبَةِ الْمُسْلِمِ" (3)

1۔ النساء: 1

2- الترمذی، أبو عيسى محمد بن عيسى ا لسنن، كتاب البر والصلة، باب ما جاء فی قطيعة الرحم ، رقم 1907

3-أبو داود، سليمان بن الأشعث بن إسحاق، سنن أبي داود،كتاب الأدب باب فی تنزيل الناس منازلهم،

"اللہ تعالیٰ کی عظمت وبڑائی کا تقاضہ یہ ہے کہ بوڑھے مسلمان کا اکرام کیا جائے۔"

ایک موقعہ پر آپ ﷺ نے فرمایا:

"مَنْ شَابَ شَيْبَةً فِي الْإِسْلَامِ كَانَتْ لَهُ نُورًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ" [1]

"جس شخص کے بال اسلام کی حالت میں سفید ہوئے ہوں اس کے لیے قیامت کے دن نور ہو گا۔"

ان احادیث سے سن رسیدہ افراد کی اہمیت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے، اول الذکر میں آپ ﷺ نے عمر رسیدہ بوڑھوں کی رعایت کرتے ہوئے ان کی حمایت فرمائی، دوسری حدیث میں بڑھاپے کے اثرات کا اخروی فائدہ بیان کیا کہ جس پر بڑھاپا اسلام کی حالت میں آیا ہو تو اس کے لیے اللہ تعالیٰ اس بڑھاپے کی قدردانی کرتے ہوئے روزِ محشر نور مقدر فرمائیں گے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بزرگوں کی عزت وتکریم کی تلقین فرمائی اور بزرگوں کا یہ حق قرار دیا کہ کم عمر اپنے سے بڑی عمر کے لوگوں کا احترام کریں اور ان کے مرتبے کا خیال رکھیں۔ معمر افراد کی بزرگی کے باعث انہیں خاص مقام و مرتبہ عطا کیا گیا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"ليس منا من لم يرحم صغيرنا ويعرف شرف كبيرنا"-[2].

"وہ شخص ہم میں سے نہیں جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کی عزت نہ پہچانے۔"

عمر رسیدہ افراد کے ساتھ حضور نبی اکرم ﷺ کا کریمانہ طرز عمل

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو رحمت للعالمین کا خطاب دیا ہے آپ کی رحمت ہر شے پے حاوی ہے عمر رسیدہ افراد کے عزت واحترام کے بارے میں آپ ﷺ کے ارشادات کافی تعداد میں ہیں۔ عملی طور پر بھی سیرت طیبہ کے نادر نمونے موجود ہیں، ایک مرتبہ ایک سن رسیدہ آپ ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوئے، آنے والے کے لیے لوگوں نے مجلس میں گنجائش پیدا نہ کی، آپ ﷺ نے اس صورتحال کو دیکھ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مخاطب ہو کر فرمایا:

"لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيرَنَا وَيُوَقِّرْ كَبِيرَنَا" [1]

رقم الحديث: 4843

[1] -الترمذي، سنن الترمذي، باب مَا جَاءَ فِي فضل مَن شَاب شَيْبَةً فِي سَبِيلِ اللهِّ، رقم الحديث: 1634

[2]-السنن ترمذي ، كتاب البر والصلة، باب ما جاء في رحمة الصبيان، رقم الحديث: 190 2.

"جو شخص چھوٹوں پر شفقت نہ کرے، بڑوں کی عزت نہ کرے، وہ ہم میں سے نہیں۔"

اس حدیث میں بزرگوں کا ادب واحترام نہ کرنے والوں کے لیے سخت تہدید ہے، یعنی ایک مسلمان میں جو صفات ہونی چاہئیں ان میں سے ایک بڑوں کا اکرام بھی ہے۔ اگر کوئی اس وصف سے متصف نہیں تو گویا وہ ایک اہم مسلمانی صفت سے محروم ہے۔ اگر کوئی اس اہم اسلامی صفت کا خواست گار ہے تو اسے بڑوں کے اکرام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا چاہیے۔

باجماعت نماز میں عمر رسیدہ افراد کا خیال رکھنا

دین اسلام میں نماز ایک اہم رکن ہے، اس میں بھی عمر رسیدہ افراد کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔ انفرادی نماز میں انسان کو بڑی سورت اور لمبی نماز پڑھنے کی اجازت ہے۔ لیکن جماعت کی نماز میں بوڑھے، کمزور اور بیمار شریک ہوتے ہیں اس لیے امام کو حکم دیا گیا کہ آسانی اختیار کرے اور نماز زیادہ لمبی نہ کرے: رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

"إذا صلى أحدكم للناس، فليخفف، فإن منهم الضعيف والسقيم والكبير، وإذا صلى أحدكم لنفسه فليطول ما شاء"[2]

"جب کوئی شخص لوگوں کو نماز پڑھائے تو اسے تخفیف کرنا چاہیے کیونکہ مقتدیوں میں کمزور اور بیمار اور بوڑھے سب ہی ہوتے ہیں اور جب تم میں سے کوئی اپنی نماز پڑھے تو جس قدر چاہے طول دے۔"

ایک موقع پر آپ ﷺ نے اس امام پر سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا جو بوڑھے، کمزور اور ضرورت مندوں کا خیال نہ رکھتے ہوئے لمبی نماز پڑھاتے تھے۔ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوئے اور عرض کی:

"يا رسول الله! إني لأتأخر عن الصلاة في الفجر مما يطيل بنا فلان فيها، فغضب رسول الله صلى الله عليه وسلم، ما رأيته غضب في موضع كان أشد غضبا منه يومئذ، ثم قال: يا أيها الناس، إن منكم منفرين، فمن أم

---

[1]– السنن ترمذی، باب ماجاء فی رحمة الصغیر ،رقم الحدیث: 1919

[2]– صحیح البخاری، کتاب الاذان، إذا صلى لنفسه فليطول ما شاء، رقم الحديث: 703

الناس فليتجوز، فإن خلفه الضعيف والكبير وذا الحاجة-[1]

''اے اللہ کے رسول! میں فلاں شخص کی وجہ سے نماز فجر میں دیر سے شریک ہوتا ہوں، کیونکہ وہ بہت طویل نماز پڑھاتے ہیں، پس رسول اللہ ﷺ اتنے غضب ناک ہوئے کہ میں نے آپ کو اس دن سے زیادہ غصہ آتے ہوئے کسی موقع پر نہیں دیکھا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ لوگو! تم میں سے کچھ لوگ (آدمیوں کو) عبادت سے متنفر کرتے ہیں تو جو شخص لوگوں کا امام بنے اس کو تخفیف کرنا چاہیے کیونکہ اس کے پیچھے کمزور اور بوڑھے اور صاحب حاجت (سب ہی) ہوتے ہیں۔''

نماز جس کو آپ ﷺ نے اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک فرمایا ہے اور آپ ﷺ نماز کے انتہائی حریص تھے۔ اس حرص و طمع کے باوجود بھی بوڑھوں کی رعایت میں نماز میں تخفیف فرمادی۔ جابر بن عبد اللہؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص دو اونٹ پانی سے بھرے ہوئے لا رہا تھا۔ رات کا اول وقت تھا اس نے جو معاذؓ کو نماز پڑھاتے دیکھا تو اپنے دونوں اونٹوں کو بٹھلا دیا اور معاذؓ کے ساتھ نماز میں مشغول ہوا۔ معاذؓ نے سورۃ البقرہ یا نساء پڑھنا شروع کی، سو وہ شخص (نیت توڑ کر) چلا گیا پھر اس کو یہ خبر پہنچی کہ معاذؓ اس سے رنجیدہ ہیں۔ لہذا وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور آپ سے معاذؓ کی شکایت کی تو نبی کریم ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا اے معاذ تو فتنہ برپا کرنے والا ہے (اگر ایسا نہیں ہے) تو تو نے سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الأَعْلَی اور وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا اور وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَى کے ساتھ نماز کیوں نہ پڑھ لی؟ کیونکہ تیرے پیچھے بوڑھے کمزور اور صاحب حاجت (سب ہی طرح کے لوگ) نماز پڑھتے ہیں۔ اے معاذ! کیا تم لوگوں کو فتنہ میں ڈالنے والے ہو؟ تین دفعہ آپ ﷺ نے ان کلمات کو دہرایا۔[2] غور و خوض کا مقام ہے کہ سن رسیدہ افراد کی رعایت کا سلسلہ نماز جیسے اہم فریضہ میں بھی جاری ہے۔

نماز کی امامت کے لیے عمر رسیدہ کو ترجیح دینا

حضور اکرم ﷺ نے ساری زندگی نماز کی امامت فرمائی۔ مرض الموت میں حضرت ابو بکر صدیقؓ نے امامت کے فریضہ کو انجام دیا۔ نماز کی امامت جو ایک اعزاز کی بات ہے، اس کے بارے میں آپ ﷺ نے عمر رسیدہ شخص کو فراموش نہیں فرمایا آپ ﷺ کا نماز کی امامت کے حوالے سے ارشاد ہے:

"يَؤُمُّ الْقَوْمَ أَقْرَؤُهُمْ لِكِتَابِ اللهِ وَأَقْدَمُهُمْ قِرَاءَةً فَإِنْ كَانَتْ قِرَاءَتُهُمْ سَوَاءً

---

[1] -صحيح البخاری، کتاب الاذان، باب من شكا إمامه إذا طول ، رقم الحديث: 704

[2] - صحيح البخاری، کتاب الاذان، باب من شكا إمامه إذا طول، رقم الحديث: 705

فَلْيَؤُمَّهُمْ أَقْدَمُهُمْ هِجْرَةً فَإِنْ كَانُوا فِي الْهِجْرَةِ سَوَاءً فَلْيَؤُمَّهُمْ أَكْبَرُهُمْ سِنًّا وَلَا تَؤُمَّنَّ الرَّجُلَ فِي أَهْلِهِ وَلَا فِي سُلْطَانِهِ وَلَا تَجْلِسْ عَلَى تَكْرِمَتِهِ فِي بَيْتِهِ إِلَّا أَنْ يَأْذَنَ لَكَ أَوْ بِإِذْنِهِ"[1]

"کہ لوگوں کا امام وہ آدمی بنے جو اللہ کی کتاب کا سب سے زیادہ جاننے والا ہو اور سب سے اچھا پڑھتا ہو۔ تو اگر ان کا پڑھنا برابر ہو تو وہ آدمی امام بنے جس نے ان میں سے پہلے ہجرت کی ہو۔ اور اگر ہجرت میں بھی سب برابر ہوں تو وہ آدمی امامت کرے جو ان میں سب سے بڑا ہو۔ اور کوئی آدمی کسی آدمی کے گھر میں امام نہ بنے اور نہ ہی اس کی حکومت میں اور نہ ہی اس کے گھر میں اور اس کی عزت کی جگہ پر بیٹھے سوائے اس کے کہ اس کی اجازت ہو۔"

ایک دوسری روایت میں بھی نبی کریم ﷺ نے بڑی عمر والے کو نماز میں امام بنا دینے کا حکم ارشاد فرمایا ہے:
حضرت مالکؓ بیان کرتے ہیں:

"أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ أَنَا وَصَاحِبٌ لِي فَلَمَّا أَرَدْنَا الْإِقْفَالَ مِنْ عِنْدِهِ قَالَ لَنَا إِذَا حَضَرَتْ الصَّلَاةُ فَأَذِّنَا ثُمَّ أَقِيمَا وَلْيَؤُمَّكُمَا أَكْبَرُكُمَا"[2]

"کہ میں اور میرا ایک ساتھی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے پھر جب ہم نے آپ ﷺ کے پاس سے واپس جانے کا ارادہ کیا تو آپ ﷺ نے ہمیں فرمایا کہ جب نماز کا وقت آئے تو تم اذان دینا اور اقامت کہنا اور تم میں سے جو بڑا ہو اسے اپنا امام بنا لینا۔"

آپ ﷺ نے نماز کی امامت کے لیے عمر کی زیادتی کو وجہ ترجیح قرار دیا اور یہ واضح اشارہ ہے کہ آپ ﷺ کے نزدیک عمر رسیدہ لوگوں کی کتنی اہمیت تھی۔

اسلام میں بوڑھوں کے لیے بڑی رعایت بھی ہے اور قدر و منزلت بھی۔ قدم قدم پر ان کے لیے احکام میں سہولتیں برتی گئی ہیں۔ نماز میں قیام یعنی کھڑا ہونا فرض ہے، حالتِ قیام میں جھک کر رکوع کرنا اور بیٹھے ہوئے سجدہ کرنا بھی فرض ہے لیکن جو لوگ بڑھاپے اور ضعف کی وجہ سے کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھ سکیں، وہ بیٹھ کر بھی نماز پڑھ سکتے ہیں اور اشارہ سے بھی رکوع و سجدہ کیا جا سکتا ہے۔ ایسے ضعیف اور سن رسیدہ لوگوں کے لیے گنجائش ہے کہ روزہ رکھنے کے بجائے فدیہ ادا کریں، بڑھاپے کی وجہ سے سفر کی قدرت نہ ہو تو کسی اور شخص سے حج بدل کرانے کی گنجائش ہے، جہاد ایسے شخص سے معاف ہے۔

---

[1] – صحیح مسلم، كتاب المساجد باب من أحق بالإمامة ، رقم الحديث: 673

[2] - سنن الترمذی، كتاب الصلوة باب من احق بالامامة، رقم الحديث: 235

معمر اَفراد کی تعظیم و تکریم ہی صحت مند رِوایت کی بنیاد ہے

بڑھاپے کی عمر میں انسان چاہتا ہے کہ اس کے چھوٹے اس کے ساتھ عزت و توقیر کا معاملہ کریں، اس کو معاشرے میں بہتر مقام دیا جائے اور اولاد کوئی بھی اہم فیصلہ کرنے سے پہلے اس کی رائے لے لیں تا کہ اس کی دلجوئی ہو۔ آپ ﷺ نے اس کا بھی پاس ولحاظ فرمایا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"ما أكرم شاب شيخا لسنه إلا قيض الله له من يكرمه عند سنه[1]."

"جو جوان کسی بوڑھے کی عمر رسیدگی کے باعث اس کی عزت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس جوان کے لیے کسی کو مقرر فرمادیتا ہے جو اس کے بڑھاپے میں اس کی عزت کرے۔"

بزرگوں کی تعظیم اور اکرام کے عمومی احکام تو آپ ﷺ نے ہی دیے ہیں، مختلف خصوصی مواقع پر اس احترام کو برتنے کا بھی حکم دیا ہے، عام سماجی و معاشرتی معاملات میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بڑوں کی تکریم کرنے کی تعلیم دی۔ آپ ﷺ نے ہدایت فرمائی کہ جب کئی لوگ ہوں اور ان کو اپنی بات پیش کرنی ہو تو بڑے کو گفتگو اور نمائندگی کا موقع دینا چاہیے۔

"آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے "کبر الکبیر"[2] بڑے کے مرتبے اور عزت کا خیال رکھو۔"

احادیث مبارکہ میں صراحتاً عمر رسیدہ لوگوں کے احترام کا حکم دیا گیا ہے، حدیث نبوی ہے:

"إن من إجلال الله إكرام ذي الشيبة المسلم"[3]

"بے شک اللہ تعالیٰ کی تعظیم اس میں ہے کہ بوڑھے مسلمان کی عزت کی جائے۔"

والدین کے ساتھ حسن سلوک

والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے، نرمی سے بات کرنے، ان کی فرمانبرداری و تابعداری کے علاوہ شرعی قوانین کے حوالے سے بعض صورتوں میں اولاد کو پابند بنایا گیا ہے کہ وہ والدین کے نان نفقہ کا انتظام کرے والدین کو اجازت دی گئی ہے کہ وہ اولاد کے مال میں سے از خود حصہ لے کر اسے استعمال میں لائے۔ حضرت جابرؓ

[1]- سنن ترمذي، كتاب البر والصلة، باب ما جاء في إجلال الكبير، رقم الحديث: 2022

[2] -صحيح البخاري، كتاب الادب، باب إكرام الكبير، رقم الحديث: 6142

[3]- ابوداؤد، سليمان بن الاشعت بن اسحاق، سنن ابى داؤد، المكتبة العصرية، بيروت، كتاب الادب باب في تنزيل الناس منازلهم، رقم الحديث: 4843

سے روایت ہے،

"جاء رجل إلى النبي صلى الله عليه وسلم، فقال: إن أبي اجتاح مالي، فقال: «أنت ومالك لأبيك» وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن أولادكم من أطيب كسبكم، فكلوا من أموالهم"[1]

"کہ ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا میرا باپ میرا مال ہڑپ کر گیا ہے۔ آپ نے فرمایا: تو اور تیرا مال دونوں تیرے باپ کے ہیں۔ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ تمہاری اولاد تمہاری بہترین کمائی ہے اس لیے تم ان کا مال کھا سکتے ہو۔"

حدیث شریف سے یہ واضح ہوتا ہے کہ والدین کی ضروریات کو پورا کرنا اولاد کی ذمہ داری ہے۔ اگر اولاد اس میں کوتاہی کرے تو وہ اپنے اولاد کے مال کو بغیر ان کی اجازت کے لے سکتا ہے۔ والدین ضرورت کے موافق اپنے اولاد کے مال میں تصرف کر سکتے ہیں اور اگر والدین ان کا مال خرچ کر ڈالیں تو اولاد پر لازم ہے کہ ان کا مقابلہ نہ کرے اور ان سے سخت کلامی نہ کرے۔ اور اپنے بچپن کو یاد کرے کہ ماں باپ نے اسے پالا پوسا، حوائج ضروریہ سے فارغ کرایا، پھر کھلایا پلایا، پڑھایا سکھایا وغیرہ یہ سب احسانات ایسے ہیں جن کا اولاد زندگی بھر حق ادا نہیں کر سکتی۔ ماں باپ کی رضامندی میں اللہ تعالیٰ کی رضا چھپی ہوئی ہے اور اگر ماں باپ ناراض ہوئے تو دنیا وآخرت دونوں تباہ ہوں گے۔

فتح مکہ کے موقع پر عمر رسیدہ افراد کے ساتھ نبی کریم ﷺ کا کریمانہ سلوک

فتح مکہ کے بعد جو حیرت انگیز واقعات رونما ہوئے ان میں سے ایک اہم واقعہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے بوڑھے والد کا بھی پیش آیا، جن کو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے نبی کریم ﷺ کے دستِ حق پر اسلام قبول کرنے کے لیے آپ کی مجلس میں حاضر کیا۔ آپ ﷺ نے ان کے بڑھاپے کو دیکھتے ہوئے فرمایا: ان کو گھر ہی میں کیوں نہ چھوڑا؟ میں ہی خود ان کے گھر پہنچ جاتا، تو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے عرض کیا کہ یہ انہی کا حق تھا یہ آپ کے پاس آتے۔[2] واضح رہے آپ ﷺ مکہ مکرمہ میں فاتح بن کر داخل ہو رہے ہیں، اس کے باوجود بوڑھوں کے ساتھ

[1]-ابن ماجة،ابو عبدالله محمد بن يزيد القزويني،سنن ابن ماجة،دار احياء الكتب العربية،كتاب التجارات، باب ماللرجل من مال ولده، رقم الحديث: 2292

[2]–حاكم، ابو عبد الله ،محمد بن عبدالله ،المستدرک على الصحيحين للحاكم ،ذكر مناقب أبي قحافة والد أبي بكر رضي الله ، رقم الحديث : 5065

آپ ﷺ کا یہ رحیمانہ و کریمانہ سلوک ہے حالانکہ دیگر فاتحین کا طرزِ عمل تو وہ ہے جسے قرآن حکیم نے بیان کیا ہے کہ جب فاتحین کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اس بستی کو برباد کر دیتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً ۚ وَكَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ﴾[1]

"بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں اسے خراب کر دیتے ہیں اور وہاں کے سرداروں کو بے عزت کرتے ہیں اور ایسا ہی کریں گے۔"

اہل عزت کو ذلیل کرنا فاتحین کا طرۂ امتیاز ہوتا ہے۔ لیکن یہاں بادشاہت نہیں بلکہ پیغمبری ہے، یہ صرف فاتح نہیں بلکہ "رحمت للعالمین" بھی ہیں۔ یہ عمر رسیدہ افراد کی عملی قدر دانی ہے جس کا آپ ﷺ نے ثبوت فراہم کر رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے ان کی تعظیم کرتے ہوئے یہ تصور نہ کیا کہ ابو قحافہ ایک طویل عرصہ تک کفر کی حالت میں رہے، اب کفر مغلوب ہوا تو وہ مسلمان ہو رہے ہیں۔ بعض دفعہ انسان سابقہ اختلاف کی وجہ سے کسی کی تعظیم و تکریم سے کتراتا ہے اس میں ہمارے لیے اسوہ ہے کہ سن رسیدہ کی بہر صورت تعظیم کی جائے۔

ایک دفعہ مجلس میں بائیں جانب اکابر صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) تشریف فرما تھے اور دائیں جانب ایک بچہ تھا۔ مجلس میں کوئی مشروب پیش ہوا تو آپ ﷺ نے اس بچے سے اجازت چاہی کہ چوں کہ تم دائیں جانب ہو اگر تم اجازت دو تو میں اس کا آغاز ان بڑے صحابہ کرام سے کروں، اس بچے نے اپنے آپ پر کسی کو ترجیح دینے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے وہ مشروب اسی کے ہاتھ میں تھما دیا۔[2] غور طلب امر یہ ہے کہ آپ ﷺ نے بائیں جانب بڑوں کی موجودگی کے باوجود اس بات کی کوشش کی کہ مشروب کا آغاز بڑوں ہی سے ہو، اس کے لیے بچے سے اجازت بھی مانگی، لیکن یہ بچے کی سعادت مندی تھی کہ اس نے آپ ﷺ کے نوش کردہ کو اپنے آپ پر کسی کو ترجیح نہ دی۔ اس سے بھی بڑوں کے ساتھ اکرام کا درس ملتا ہے کہ بہر صورت ان کے اکرام کی کوشش کی جائے ،ان کی توہین سے بیزاری کا اظہار ہو۔

خلاصۂ بحث

حقیقت یہ ہے کہ بڑھاپے کا زمانہ انسان کی زندگی میں سب سے زیادہ قابل رحم اور لائق ترس ہوتا ہے۔ اسی لیے اسلام نے بوڑھوں کی خصوصی رعایت اور ان کے احترام و توقیر کا حکم دیا۔ مغربی دنیا میں خاندانی نظام کے بکھر

---

[1] -النمل :34

[2]- صحیح البخاری، کتاب المساقاۃ، باب من رأی أن صاحب الحوض ، رقم الحدیث: 2366

جانے کی وجہ سے بوڑھے اور ضعیف العمر لوگوں کے مسائل نے بڑی نازک صورت حال اختیار کرلی ہے۔ اسی لیے اب عالمی سطح پر اس مسئلہ کو محسوس کیا جارہا ہے۔ اقوام متحدہ کی طرف سے یکم اکتوبر کو بوڑھوں کے عالمی دن کی حیثیت سے منایا جاتا ہے۔ اسلام میں بوڑھوں کے لیے رعایت بھی ہے اور قدرومنزلت بھی۔ قدم قدم پر ان کے لیے احکام میں سہولتیں برتی گئی ہیں۔ آپ ﷺ نے بوڑھوں کا ہر موقعہ پر لحاظ فرمایا۔ کسی بھی بوڑھے کا اکرام آپ ﷺ نے انسانیت کی بنیاد پر کیا، رشتہ داری و تعلق سے بالاتر ہو کر آپ ﷺ نے ہر سن رسیدہ کے اکرام کو ترجیح دی۔ بڑھاپے کی نفسیات کا سب سے اہم پہلو یہ ہے کہ اس عمر میں انسان چاہتا ہے کہ اس کے چھوٹے اس کے ساتھ عزت وتوقیر کا معاملہ کریں اور اس کو سماج میں بہتر مقام دیا جائے آپ ﷺ نے اس کا بھی پاس ولحاظ فرمایا ہے۔ بزرگوں کی تعظیم اور اکرام کے عمومی احکام تو آپ ﷺ نے دیئے ہی ہیں، مختلف خصوصی مواقع پر اس احترام کو برتنے کا بھی حکم دیا۔ آج ضرورت اس بات کی ہے کہ انسانیت کے اس ستم رسیدہ طبقے کے ساتھ احترام واکرام کا معاملہ کیا جائے۔ ان کے حقوق جان کر پورے کرنے کی کوشش کریں۔ کسی چیز کے ذریعہ انہیں تکلیف نہ دیں، ان کی ضروریات پوری کرکے ان پر احسان کرتے ہوئے ان کی دعاؤں میں شامل ہوں۔ بوڑھوں سے ہونے والی خطاؤں کو نظر انداز کریں۔ دنیاو آخرت کی فلاح بزرگوں خصوصاً بوڑھے والدین کی عزت وتکریم اور خدمت میں ہے۔ اگر انسان معمر افراد کی توقیر نہیں کرتا تو آدمی حدیث مبارک کے مصداق امت محمدیہ سے خارج ہو جاتا ہے۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم ہر لحظہ معمر افراد کی خدمت کریں اور ان کے حقوق ادا کریں۔

والدین کی خدمت کرنا اولاد کی ذمہ داری ہے اور جن کی اولاد نہیں ہے اور وہ بوڑھے جو کسمپرسی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہیں تو ان کے حوالے سے اسلامی تعلیمات یہ ہیں کہ ایسے اشخاص کے وہ رشتہ دار جو ان کی وفات کے بعد ان کے وارث بن سکتے ہیں وہ ان پر خرچ کریں۔ ورثاء بوڑھے رشتہ داروں کی کفالت کرنے کے فریضے کی ادائیگی کا احساس کریں۔ اگر ان کے رشتہ دار بھی نہ ہوں تو اس صورت میں ان کا خرچ اور دیکھ بھال کا انتظام ریاست کی ذمہ داری ہے۔ دوسری طرف اولڈ ایج ہومز کا تصور خالصتاً مغربی تصور ہے، جبکہ اسلامی معاشرہ مربوط ومضبوط مقدس رشتوں کا امین ہوتا ہے۔ والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے، شفقت ومحبت کا رویہ رکھنے، نرمی سے بات کرنے، فرمانبرداری وتابعداری سے پیش آنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ اولڈ ایج ہومز کی ضرورت مغربی معاشروں کے مخصوص ہیئت ترکیبی کی وجہ سے محسوس ہوتی ہے۔ اگرچہ فی نفسہ اولڈ ایج ہومز کا تصور احترام انسانیت پر مبنی ہے تاہم اس کے پس منظر میں مغربی معاشروں کے وہ مخصوص حالات ہیں جن میں مادہ پرستی، رشتوں کا تقدس نہ ہونا وغیرہ شامل ہیں۔ جبکہ یہ بھی حقیقت ہے کہ کسی بھی معاشرے میں کئی ایسے عمر رسیدہ افراد ہوتے ہیں جن کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہیں ہوتا جن کے ساتھ تعاون کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اور

اولاد ان کی قدر نہیں کرتی، ایسے لوگوں کی حالت قابل غور ہے۔ اگر ان کے لیے اولڈ ایج ہومز کا قیام ناگزیر ہو تو اس بات کا اہتمام کیا جائے کہ ایک اسلامی معاشرہ کی روایات واقدار بھی محفوظ رہیں اور عمر رسیدہ افراد کی ضرورت بھی پوری ہو جائے۔